گزشتہ خطبہ ”راہ نما خواتین (حصہ اول)“ ملاحظہ کرنے کے لیے لنک پر کلک کریں

https://drive.google.com/file/d/15ie2XP1CyYLpA2XAjXHMcIP1maJnXwe2/view?usp=sharing

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔ أَمَّا بعد!

منزلِ مقصود تک پہنچے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی منزل اور اُس کا راستہ متعین کرے، جس شخص کو معلوم ہی نہیں کہ مَیں نے جانا کہاں ہے؟ یا یہ معلوم نہیں کہ میری منزلِ مقصود تک کون سا راستہ پہنچاتا ہے؟ شاید وہ کبھی بھی اپنی منزل کو نہ پاسکے۔

درست راستہ جاننے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انسان اُس منزل تک پہنچنے والوں سے راہ نمائی لیتا رہے، اگر وہ خود اندازے لگانا شروع کردے یا صرف منزل کی معلومات کے لیے دیے گئے اِشارات پر چلتا رہے تو ہوسکتا ہے کہ غلط اندازوں کی وجہ سے اور اِشارات کو صحیح طرح سمجھ نہ پانے کے سبب درست راستے سے بھٹک جائے اور منزل تک نہ پہنچ سکے۔

مومن کی منزلِ مقصود اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی رضا و خوشنودی ہے اور اِس تک پہنچانے والا راستہ دینِ اسلام ہے۔ اِس منزل تک پہنچے والوں میں سرفہرست صحابۂ کرام، اہلِ بیتِ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ ہر مسلمان مَرد و عورت کو اِس منزل کا متلاشی ہونا چاہیے اور راستے کی راہ نمائی کے لیے اِس منزل تک پہنچنے والے خوش نصیبوں کی سیرت اور اُن کا کردار اپنانا چاہیے۔ اِسی لیے ہمیں سورۂ فاتحہ میں یہ دعا تعلیم فرمائی گئی: صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ "اے اللہ! ہمیں اُن خوش نصیبوں کے راستے پر چلا جن پر تو نے اِنعام فرمایا ہے"۔

نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہم اپنی منزل کو بھی بھولتے جارہے ہیں اور اُس تک پہنچنے والوں کے نقوشِ قدم سے بھی دُور ہوتے جارہے ہیں۔ ہم اپنا آئیڈیل ایسے ماڈرن لوگوں کو بنانے لگ گئے ہیں جنھیں خود منزلِ مقصود کی خبر ہی نہیں۔

گزشتہ خطبۂ جمعہ میں بالخصوص خواتین کے حوالے سے یہ بات ہوئی کہ ہمارا میڈیا اور نظامِ تعلیم ایسی خواتین کو آئیڈیل بنا کر پیش کررہا ہے جو راہ نما ہونا تو دُور کی بات، خود بھی سیدھے راستے پر نہیں ہیں۔ مغرب اپنے مفادات کے لیے کچھ خواتین کی حوصلہ افزائی (Motivate) کرتا ہے، دیکھا دیکھی ہمارا میڈیا بھی اُنھیں عوام میں مقبول بنانا شروع کردیتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہماری بہنیں، بیٹیاں اُنھیں اپنا آئیڈیل سمجھ کر اُن جیسا بننے کی کوشش کرنے لگیں گی، جو خواتین خود راستے سے بھٹکی ہوئی ہیں اُن سے متأثر ہونے والی بچیاں کیسے راہِ راست پر رہ سکتی ہیں؟

ہمیں یہ بات سمجھنے اور اپنے گھر والوں سمیت دوسروں کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ مسلمان عورتوں کے لیے راہ نما خواتین وہ صحابیات اور صالحات رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں جن کے کردار کی اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں تعریف فرمائی اور سرورِ عالم ﷺ نے اُنھیں اعزاز و تکریم اور دعاؤں سے نوازا۔ نبی کریم ﷺ کے اہلِ بیت اور آپ کی جاں نثار و اطاعت گزار صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے

اسلام قبول کرکے اُس پر یوں عمل کیا کہ اُن کے اقوال وواقعات سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہیں اور بلاشبہ آج بھی ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو سچا مسلمان بننے کے لیے اُن کا کردار اپنانے کی ضرورت ہے۔

حسبِ سابق آج کے خطبہ میں صحابیات وصالحات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے کچھ اوصاف اور ایمان افروز واقعات کا تذکرہ ہو گا، تاکہ ہم اپنی گھر والیوں، بالخصوص نَو عمر بہنوں اور بیٹیوں کو اُن کے حسین اوصاف کا سبق پڑھا سکیں۔

اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا

"ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے"۔ اگر انسان اِس حقیقت کو تسلیم کرکے اِس پر مطمئن ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے تو نہ صرف دنیاوی پریشانیوں سے چھٹکارا پالیتا ہے، بلکہ دونوں جہان کی کامیابیاں اُس کے قدم چومتی ہیں، لیکن اگر اِس حقیقت کو دل میں نقش نہ کرے اور دین کے خلاف چلتے ہوئے یہ سمجھے کہ حرام ذریعہ اختیار کرنے سے رزق بڑھ جائے گا، جھوٹ بولنے سے فائدہ ہو گا، ماڈرن بننے سے ترقی ملے گی اور اگر جدید تہذیب کو اختیار نہ کیا تو دقیانوسی ہونے کے طعنے ملیں گے تو بے چینی اور بے قراری ضرور ہو گی، لیکن پھر بھی "ہو گا وہی جو اللہ تعالیٰ چاہے گا"۔

آج ہم سب، بالخصوص خواتین کو یہ نکتہ سمجھنے کے لیے اہلِ بیت اور صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو راہ نما بنانا ہو گا۔ پروردۂ آغوشِ نبوت سیدنا انس بن مالک کی والدہ اور جناب ابو طلحہ زید بن سہل انصاری کی اہلیہ سیدتنا اُمّ سُلَیم بنت مِلْحان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہایت بہادر، جانِ کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رشتہ دار، خدمت گزار اور خیر کے کاموں میں پیش پیش رہنے والی خاتون تھیں۔[1]

سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بیٹا بیمار ہو گیا، اُن کا معمول تھا کہ نمازِ فجر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پیچھے ادا کرتے اور تقریباً دوپہر تک بارگاہِ اقدس میں حاضر رہتے، پھر گھر آکر کھانا تناول کرتے اور قیلولہ (کچھ دیر آرام) کرتے، نمازِ ظہر کے وقت تیاری کرکے پھر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو جاتے اور نمازِ عشا کے بعد واپس آتے۔ ایک دن وہ بارگاہِ اقدس میں حاضر تھے کہ اُن کا بچہ گھر میں وفات پا گیا، سیدتنا اُمّ سُلَیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے بچے کو غسل وکفن دے کر گھر کے ایک کونے میں لٹا دیا۔ اُنھوں نے سوچا کہ حضرت ابو طلحہ روزہ سے ہیں، رات کو تھکے ماندے گھر آئیں گے، اگر آتے ہی وفات کی خبر سنی تو کھانا بھی نہیں کھا سکیں گے، اس لیے گھر والوں سے کہا: کوئی بھی حضرت ابو طلحہ کو بچے کی وفات کے بارے میں نہ بتائے، مَیں خود انھیں بتاؤں گی۔

---

[1] آپ رضی اللہ عنہا کے مفصل تعارف اور ایمان افروز واقعات پر مشتمل رسالہ کے لیے لنک پر کلک کریں: https://www.dawateislami.net/bookslibrary/ur/faizan-e-bibi-umme-sulaim

چنانچہ رات کو حضرت ابو طلحہ گھر تشریف لائے اور بیٹے کا حال پوچھا۔ اہلیہ محترمہ نے جواب دیا: بِخَيْرٍ، مَا كَانَ مُنْذُ اشْتَكَى أَسْكَنَ مِنْهُ اللَّيْلَةَ۔ "خیر سے ہے، جب سے بیمار ہوا ہے آج رات سے پہلے اتنا پُر سکون نہیں ہوا۔" جنابِ ابو طلحہ نے سمجھا کہ بچے کی طبیعت بہتر ہے، لہٰذا خوش ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر کھانا پیش کیا گیا، اس کے بعد بستر پر تشریف لے گئے، جب تمام کاموں سے فارغ ہو چکے تو سیدہ اُمّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: يَا أَبَا طَلْحَةَ! أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ جَارًا لَكَ أَعَارَكَ عَارِيَةً فَاسْتَمْتَعْتَ بِهَا ثُمَّ أَرَادَ أَخْذَهَا مِنْكَ أَكُنْتَ رَادَّهَا عَلَيْهِ۔ "یہ ارشاد فرمایئے کہ اگر آپ کا ہمسایہ عاریۃً آپ کو کوئی چیز دے، آپ اُس سے فائدہ اُٹھاتے رہیں، پھر وہ اپنی چیز واپس لینے کا ارادہ کرے تو کیا آپ اُسے لوٹا دیں گے؟" فرمایا: إِيْ وَاللهِ! إِنِّيْ كُنْتُ لَرَادَّهَا عَلَيْهِ۔ "ہاں اللہ کی قسم! میں اُسے ضرور لوٹا دوں گا۔" کہا: "خوش دلی سے لوٹائیں گے؟" فرمایا: طَيِّبَةً بِهَا نَفْسِيْ۔ "ہاں! خوش دلی سے واپس کر دوں گا۔" کہا: فَإِنَّ اللهَ أَعَارَكَ فُلَانًا وَمَتَّعَكَ بِهِ مَا شَاءَ ثُمَّ قَبَضَهُ فَاصْبِرْ وَاحْتَسِبْ۔ "بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹا عطا فرمایا تھا اور جب تک چاہا آپ کو اُس سے نفع دیا، اب اُس کی روح قبض فرمالی ہے، لہٰذا آپ اس پر ثواب کی امید رکھتے ہوئے صبر کیجیے۔" یہ سن کر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن پڑھا اور صبر اختیار کیا۔ بچے کی تدفین کے بعد جب نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اِس ماجرا کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے اس صبرِ جمیل پر دعا سے نوازا۔ (صحیح ابن حبان، حدیث:7187)

لمحۂ فکریہ: ہماری، بالخصوص خواتین کی صورتِ حال یہ ہے کہ اِس طرح کی پریشانی میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا تو بہت دُور کی بات ہے، آسانی اور آسائش میں بھی ناشکری کرتی ہیں، جہاں اپنی خواہش کو قربان کرنا پڑے وہاں ہم شریعت کے احکام بھول جاتے ہیں۔ سیدتنا اُمّ سُلَیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرتِ مبارکہ کا یہ خوبصورت واقعہ تربیت کرتا ہے کہ مسلمان کو ہر حالت میں وہی کرنا چاہیے جس کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب ﷺ نے حکم دیا ہے۔

دین کے لیے خدمات

اللہ تعالیٰ جسے نوازنا چاہے اُس سے دین کا کوئی کام لے لیتا ہے۔ پروردۂ آغوشِ نبوت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا اسْتَعْمَلَهُ۔ "جب اللہ تعالیٰ بندے سے بھلائی کا اِرادہ فرمائے تو اُس سے اچھا کام لے لیتا ہے۔" عرض کی گئی: كَيْفَ يَسْتَعْمِلُهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ یارسول اللہ! کام لینے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: يُوَفِّقُهُ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ۔ "اُسے موت سے پہلے نیک کام کی توفیق عطا کر دیتا ہے"۔ (جامع ترمذی، حدیث:2142)

دین کے لیے خدمات سرانجام دینے کا پہلو دیکھا جائے تو بھی صحابیات علیہن الرضوان نے لائقِ تقلید نقوش چھوڑے ہیں۔

سیدتنا اُمّ عُمارہ: سیدتنا اُمّ عُمارہ نُسیبہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی دینی خدمات میں پیش پیش رہنے والی خواتین سے ہیں۔ غزوۂ اُحد میں اُن کے ساتھ ساتھ اُن کا پورا گھرانہ شریکِ جہاد تھا، آپ کے شوہر سیدنا زید بن عاصم اور دونوں بیٹے: سیدنا خُبیب اور سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کفار کے مقابلہ کے لیے موجود تھے اور سبھی نے نہایت بہادری اور جاں نثاری کا مظاہرہ کیا۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں کسی دوسرے ملک سے کچھ چادریں آئیں، جن میں ایک چادر بہت ہی عمدہ تھی۔ کسی نے کہا: یہ نہایت قیمتی چادر ہے، اِسے آپ اپنی بہو حضرت صفیّہ (زوجۂ عبد اللہ) کی طرف بھیج دیں تو بہتر ہو گا۔ آپ نے فرمایا: مَیں یہ چادر اُمّ عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھجواؤں گا، یہ اُنہیں کی شایانِ شان ہے۔ مَیں نے اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: مَا الْتَفَتُّ يَمِيْنًا وَلَا شِمَالًا إِلَّا وَأَنَا أَرَاهَا تُقَاتِلُ دُوْنِيْ۔ "مَیں نے دائیں بائیں، جس طرف بھی توجہ کی اُمّ عُمارہ کو دیکھا کہ وہ میرا دفاع کرتے ہوئے کفار سے لڑ رہی تھی۔" (الطبقات الکبری لابن سعد، ج:8، ص:305)

نبی کریم ﷺ نے اُن کے شوہر اور بیٹوں کی بھی تعریف کی اور دعاؤں سے نوازتے ہوئے فرمایا: بَارَكَ اللهُ عَلَيْكُمْ مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ... رَحِمَكُمُ اللهُ أَهْلَ الْبَيْتِ... یعنی "اللہ تعالیٰ تم سب گھر والوں کو برکتیں عطا کرے، اللہ تعالیٰ تم سب پر رحمت فرمائے۔"

سیدہ اُمّ عُمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے عرض کی: اُدْعُ اللهَ أَنْ نُرَافِقَكَ فِي الْجَنَّةِ۔ "آقا! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کیجیے کہ ہمیں جنت میں بھی آپ کا ساتھ نصیب ہو۔" آپ ﷺ نے دعا کی: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُمْ رُفَقَائِيْ فِي الْجَنَّةِ۔ "اے اللہ! اِنھیں جنت میں میری رفاقت و سنگت عطا کرنا۔" حضرت اُمّ عُمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتیں: مَا أُبَالِيْ مَا أَصَابَنِيْ مِنَ الدُّنْيَا۔ "اِس دعا کے بعد دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت بھی آجائے تو مجھے اُس کی کوئی پرواہ نہیں۔" (الطبقات الکبری ج:8، ص:305)

دورِ صدیقی میں جب مُسَیلمہ کذّاب لعنتی کی سرکوبی کرنے کے لیے مدینہ شریف سے لشکر روانہ ہوا تو آپ بھی اپنے بیٹے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ شریک ہوئیں۔ دورانِ جنگ جب مشکل صورتِ حال پیش آئی تو آپ بھی کفار سے لڑنے لگیں، چنانچہ اِس جہاد میں آپ کا ایک ہاتھ مُبارک مفلوج ہو گیا اور جسم پر تلواروں اور نیزوں کے 12 زخم آئے۔

دینِ متین اور عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے آپ کی قربانیوں کو قبول کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے یہ اِعزاز عطا فرمایا کہ آپ اپنا وہی مفلوج ہاتھ جس بیمار کو مَس کر کے اُس کے لیے دُعا فرماتیں اللہ تعالیٰ اُسے شفا عطا کر دیتا۔[1]

---

[1] وَشَهِدَتْ يَوْمَ الْيَمَامَةِ، وَبَاشَرَتِ الْقِتَالَ بِنَفْسِهَا، وَشَارَكَتْ ابْنَهَا عَبْدَ اللهِ فِيْ قَتْلِ مُسَيْلِمَةَ، فَقُطِعَتْ يَدُهَا، وجُرِحَتْ اثْنَا عَشَرَ جُرْحًا، ثُمَّ عَاشَتْ بَعْدَ ذٰلِكَ دَهْرًا، وَكَانَ النَّاسُ يَأْتُوْنَهَا بِمَرْضَاهُمْ لِتَسْتَشْفِيَ لَهُمْ، فَتَمْسَحُ بِيَدِهَا الشَّلَّاءِ عَلَى الْعَلِيْلِ وَتَدْعُوْ لَهُ، فَقَلَّ مَا مَسَحَتْ بِيَدِهَا ذَا عَاهَةٍ إِلَّا بَرِءَ۔ (الروض الانف، ج:4، ص:118)

اِطاعت و فرماں برداری

دنیا و آخرت میں سعادت و کامیابی کا ذریعہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب ﷺ کی فرماں برداری کرے۔ عموماً خواتین علم سے دُور اور اطاعت و فرماں برداری کے حوالے سے سست ہوتی ہیں، مگر جن خوش نصیب خواتین نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے تربیت پائی اُن کی اِطاعت گزاری ایسی قابلِ رشک تھی کہ آج بھی خواتین تو خواتین رہیں، مَردوں کے لیے بھی اُن کا اُسوہ لائقِ تقلید ہے۔ اُن کے واقعات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے اپنی تمام خواہشات کو ختم کرکے ایک ہی خواہش باقی رکھی تھی کہ ”اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب ﷺ راضی ہو جائیں“۔

سونے کے قیمتی کنگن: سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابیہ (سیدتنا اسما بنت یزید) رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئیں، اُن کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو بڑے بڑے کنگن تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم اِن کی زکوٰۃ دیتی ہو؟“ اُنھوں نے عرض کی: ”نہیں۔“ ارشاد فرمایا: «أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ؟» ”کیا یہ پسند کرتی ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمھیں اِن (کی زکوٰۃ نہ دینے) کے سبب آگ کے دو کنگن پہنائے؟“ یہ سنتے ہی اُس نیک بخت صحابیہ نے فوراً وہ کنگن اُتار کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیے اور عرض کی: هُمَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَلِرَسُوْلِهٖ. ”یہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے لیے (صدقہ) ہیں۔“ (سنن ابو داود، حدیث: 1563)

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ سرورِ عالم ﷺ نے اُنھیں وہ کنگن صدقہ کرنے کا حکم نہیں فرمایا تھا، آپ نے تو صرف اُن کی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا تھا، پھر وہ سونے کے بڑے بڑے کنگن معمولی قیمت کے نہیں تھے کہ اُن کی پرواہ ہی نہ ہو، مگر اُس صحابیہ نے وہ کنگن بغیر کسی توقف اور بغیر کسی حیل و حجت کے صدقہ کرکے یہ سبق دیا کہ دولت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کا ذریعہ بنے، اگر مال ناراضگی کا سبب بن رہا ہو تو اُس کی محبت نکالنے کے لیے سخت قدم اُٹھانا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر فوری عمل کی ایسی اعلیٰ مثال شاید ہمارے دور کے مَرد بھی پیش نہ کر سکیں جو اِس خوش نصیب صحابیہ نے پیش کی تھی۔

راستے کے کنارے پر چلنا: بدری صحابی سیدنا ابو اُسَید مالک بن ربیعہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: نبی کریم ﷺ مسجد شریف سے باہر رونق افروز ہو کر لوگوں سے کلام فرما رہے تھے، آپ کی گفتگو سننے کے لیے (رش کے سبب) مَرد و خواتین مخلوط ہو گئے،[1] آپ ﷺ نے خواتین سے ارشاد فرمایا: «اِسْتَأْخِرْنَ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيْقَ، عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ

---

[1] أي: يكلم الناس ويدعوهم إلى الأحكام فاختلط لسماع كلامه الناس في الطريق. (لمعات التنقیح)

الطَّرِيقِ» ”پیچھے رہو، تمہارے لیے راستے کے درمیان میں چلنا مناسب نہیں، تم پر لازم ہے کہ راستے کے کناروں پر چلو۔“ راوی فرماتے ہیں: فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْتَصِقُ بِالْجِدَارِ حَتَّى إِنَّ ثَوْبَهَا لَيَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ مِنْ لُصُوقِهَا بِهِ۔ یعنی پھر خاتون دیوار کے ساتھ ساتھ چلتی، حتیٰ کہ بعض اوقات دیوار کے زیادہ قریب ہونے کی وجہ سے اُس کا کپڑا دیوار کے ساتھ اٹک جاتا۔ (سنن ابو داود، حدیث:5274)

کاش ہم اپنی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور دیگر گھر والوں کو یہ سمجھانے میں کامیاب ہو جائیں کہ اُن کی راہ نمایہ خواتین ہیں جنھوں نے حکمِ نبوی پر ایسا عمل کیا کہ دوبارہ کہنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔

ہمہ تن گوش ہو جانا: ایک مرتبہ سیدتنا اُمّ سَلَمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خادمہ آپ کے بال درست (کنگھی وغیرہ) کر رہی تھی، اِسی دوران نبی کریم ﷺ نے مسجد شریف میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: «أَيُّهَا النَّاسُ» ”اے لوگو!“۔ آپ نے فوراً خادمہ سے فرمایا: بال سمیٹ دو اور پیچھے ہٹ جاؤ۔ اُس نے کہا: آپ ﷺ نے مَردوں کو مخاطب فرمایا ہے، خواتین کو نہیں۔ آپ فرمانے لگیں: ”رسول اللہ ﷺ نے «أَيُّهَا النَّاسُ» (لوگو!) فرمایا ہے اور مَیں بھی ”الناس“ (لوگوں) میں شامل ہوں۔ (صحیح مسلم، حدیث:6114)

اولاد کی دینی تربیت

شریعتِ مطہرہ یہ پسند کرتی ہے کہ خاتون اپنے گھر میں رہے، کوئی مجبوری نہ ہو تو کاروباری اور خرید و فروخت کے معاملات سے الگ رہتے ہوئے گھریلو معاملات پر توجہ دے۔ اس کی دو بنیادی وجوہات ہیں:

- وہ بچوں کی بہترین تربیت اور اپنے شوہر و دیگر گھر والوں کو راحت پہنچانے پر بھرپور توجہ دے سکے۔
- اجنبی مردوں کے ساتھ میل جول سے دُور رہ کر اپنی حیا اور پاکدامنی کی مکمل حفاظت کر سکے۔

بعض عاقبت نااندیش لوگ اِسے ”پابندی“ اور ”بنیادی حقوق کے خلاف“ کہتے ہیں، مگر حقیقت یہی ہے کہ جب سے خواتین نے ماڈرن تہذیب کو اختیار کیا ہے اور گھر میں رہنے کو قید سمجھنے لگی ہیں تب سے گھریلو معاملات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں، حیا کا جنازہ اُٹھنے کو ہے اور بچوں کی تعلیم و تربیت کی صورتِ حال ایسی ہے کہ سنجیدہ مزاج شخص کا دل مستقبل کے بارے میں سوچ کر خون کے آنسو روتا ہے۔

اسلامی تاریخ میں بے شمار ایسی ماؤں کا ذکر ملتا ہے جنہوں نے اپنی پاکدامنی کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے گھر کے معاملات کو سنوارا اور اپنے بچوں کی تربیت پر بھرپور توجہ دی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی اولاد کو ایسی عزتوں سے نوازا کہ تاریخ اُن پر فخر کرتی ہے۔

والدۂ سیدنا عمر بن عبد العزیز

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک خاتون کے پاس سے گزرے جو بازار میں دودھ بیچ رہی تھی، آپ نے اُسے فرمایا: یَا عَجُوْزُ! لَا تَغُشِّی الْمُسْلِمِیْنَ وزُوَّارَ بَیْتِ اللہِ وَلَا تَشُوْبِی اللَّبَنَ بِالْمَاءِ۔ ”بی بی! مسلمانوں اور بیت اللہ کی زیارت کے لیے آنے والوں کو دھوکا نہ دیا کرو، دودھ میں پانی کی ملاوٹ نہ کیا کرو۔“ اُس نے کہا: امیر المؤمنین جیسے آپ حکم فرمائیں۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ اُس کے پاس سے گزر ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے اِس حرکت پر دوبارہ تنبیہ فرمائی۔ اُس نے کہا: مَیں نے تو کوئی ملاوٹ نہیں کی۔ خیمہ میں پردہ نشین اُس کی بیٹی کہنے لگی: یَا اُمَّهْ؟ أَغِشًّا وَ كِذْبًا جَمَعْتِ عَلٰى نَفْسِكِ؟ ”امی جان! آپ دھوکا بھی دے رہی ہیں اور جھوٹ بھی بول رہی ہیں (دو گناہ جمع کر رہی ہیں)؟“ اُس بچی کا سچ بولنا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت پسند آیا۔ آپ نے (بعد میں) اپنے شہزادوں سے فرمایا: أَيُّكُمْ يَتَزَوَّجُ هٰذِهٖ؟ فَلَعَلَّ اللہَ يُخْرِجُ مِنْهَا نَسَمَةً طَيِّبَةً مِثْلَهَا۔ تم میں سے کون اِس سے شادی کرنا چاہتا ہے؟ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس سے ایسی اولاد عطا کرے گا جو اِس کی طرح پاکیزہ (کردار والی) ہو گی۔ آپ کے شہزادے سیدنا عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس سے شادی کر لی۔ اِس خاتون سے اُمّ عاصم بنت عاصم بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ولادت ہوئی، جن کی گود میں اللہ تعالیٰ نے خلیفۂ عادل سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیدا فرمایا۔ (تاریخ دمشق، جامع الاحادیث، کنز العمال)

والدۂ امام شافعی

دنیا بھر کے مسلمانوں کی اکثریت فقہی مسائل میں چار اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کرتی ہے، اِن میں ایک جلیل القدر نام ”امام محمد بن ادریس شافعی“ علیہ الرحمہ کا ہے۔ آپ نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں سے بھی فیض پایا ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کی ولادت 150ھ میں غزّہ (فلسطین) میں ہوئی۔ ابھی آپ دو سال کے بھی نہ تھے کہ والد گرامی علیہ الرحمہ انتقال کر گئے۔ قربان جائیں اُس نیک سیرت، پارسا اور عاقلہ و عابدہ بیوہ ”فاطمہ بنت عبد اللہ“ پر جس نے پوری زندگی اپنے بچے کی دینی تعلیم و تربیت میں صرف کی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُسے آسمانِ علم کا چمکتا اور دوسروں کو چمکاتا ستارہ بنا دیا۔

والدِ گرامی کی وفات کے بعد جلد ہی آپ کی والدہ آپ کو مکہ مکرمہ لے آئیں تا کہ آپ یہاں خالص دینی اقدار اور رسم و رواج سیکھیں، قرآن و سنت کو سمجھنے کے لیے عربی لغت پر عبور حاصل ہو اور بڑے بڑے علما کی صحبت میں رہتے ہوئے علمِ دین حاصل کر سکیں۔

آپ فرماتے ہیں: میری والدہ کے پاس مجھے قرآنِ کریم پڑھانے والے اُستاذ کو ہدیہ پیش کرنے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا، چنانچہ میرے اُستاذِ گرامی نے یہ طے کیا کہ مَیں کلاس کا مانیٹر رہوں گا اور اُستاذ مکرّم کی عدم موجودگی میں بچوں کی نگرانی کروں گا۔ جب مَیں نے

حفظ مکمل کر لیا تو علما و محدثین کی محافل میں بیٹھنے لگ گیا۔ احادیث اور مسائل زبانی یاد کرتا۔ میری والدہ کے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ مَیں لکھنے کے لیے کچھ صفحات خرید سکوں، چنانچہ کوئی صاف ہڈی مل جاتی تو اُسی پر لکھ کر محفوظ کر لیتا۔[1]

آپ کی والدہ ماجدہ نے زندگی بھر کسی دوسرے شوہر سے شادی نہ کی تاکہ پوری توجہ بچے کی تربیت پر مرکوز رہے، حتیٰ کہ ایک موقع پر بیٹے کو سفر کے لیے زادِ راہ کی ضرورت تھی تو والدہ نے اپنا گھر 16 دینار کے عوض گروی رکھ دیا۔[2]

اللہ تعالیٰ اُس ماں پر کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے جس نے خود زندگی بھر مشکلات برداشت کیں، بیٹے کی تربیت کی خاطر سسرالی وطن چھوڑا، دولت کے مواقع کو قربان کیا اور بالآخر اُمّت کو امام شافعی علیہ الرحمہ جیسا عظیم دینی راہ نما عطا کیا جس کی فقہ پر صدیوں سے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد عمل کر رہی ہے۔ آج سچی لگن، خلوص، اللہ کی راہ میں اولاد کو وقف کرنے کی چاہت، یہ سب کہیں گم ہو گئے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اولاد کی صورتِ حال بھی ناگفتہ بہ ہے۔

والدۂ اقبال

برصغیر کی ایک معروف شخصیت کی والدہ کا نام "امام بی بی" ہے، اُنھیں خاندان والے پیار سے "بے جی" کہتے تھے۔ امام بی بی اگرچہ زیادہ پڑھی لکھی نہیں تھیں، مگر تربیت یافتہ تھیں، باحیا، خوش اخلاق، نماز روزہ کی پابند، غریبوں کی مدد کرنے والی اور نہایت دیانت دار خاتون تھیں۔ محلے کی عورتیں اُن کی دیانت داری کی وجہ سے اپنا زیور وغیرہ قیمتی سامان اُن کے پاس بطور امانت رکھتی تھیں۔ اُن کے شوہر کا نام "شیخ نور محمد" تھا۔

زندگی کے کسی موڑ پر شیخ نور محمد نے ایک ڈپٹی وزیر بل گرامی کے ہاں سلائی کا کام شروع کر دیا، بے جی کو شک ہونے لگا کہ ڈپٹی کی اپنی کمائی مشکوک ہے اس لیے میرے شوہر کی کمائی بھی مشکوک ہے، شوہر نے اُنھیں بہت سمجھایا کہ ایسی کوئی بات نہیں اور اگر ہے بھی تو مَیں پوری دیانت داری اور محنت سے اپنا کام انجام دیتا ہوں، اس لیے میری کمائی پر شک کی کوئی گنجائش نہیں، مگر بے جی کی تسلی نہ ہوئی۔ بے جی نے کمائی مشکوک ہونے کی وجہ سے بیٹے کو اپنا دودھ پلانا چھوڑ دیا اور اپنا کچھ زیور فروخت کر کے ایک بکری خرید لی اور بیٹے کو اُس کا دودھ پلانے لگیں۔ جب تک پوری تسلی نہ ہو گئی کہ شوہر کی آمدن بالکل حلال ہے، تب تک بیٹے کو بکری کا دودھ پلاتی رہیں۔[3]

---

[1] لَمْ يَكُنْ لَهَا مَا تُعْطِينِي لِلْمُعَلِّمِ، وَكَانَ الْمُعَلِّمُ قَدْ رَضِيَ مِنِّي أَنْ أَقُومَ عَلَى الصِّبْيَانِ إِذَا غَابَ، وَأُخَفِّفَ عَنْهُ. (سیر اعلام النبلاء) فَلَمَّا خَتَمْتُ الْقُرْآنَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَكُنْتُ أُجَالِسُ الْعُلَمَاءَ، وَكُنْتُ أَسْمَعُ الْحَدِيثَ أَوِ الْمَسْأَلَةَ فَأَحْفَظُهَا، وَلَمْ يَكُنْ عِنْدَ أُمِّي مَا تُعْطِينِي أَنْ أَشْتَرِيَ بِهِ قَرَاطِيسَ قَطُّ، فَكُنْتُ إِذَا رَأَيْتُ عَظْمًا يَلُوحُ آخُذُهُ فَأَكْتُبُ فِيهِ۔ (جامع بیان العلم وفضلہ، ج:1، ص:413)

[2] جامع بیان العلم وفضلہ، ج:1، ص:413

[3] اقبال درونِ خانہ از خالد نظیر صوفی، ج:2، ص:118، 119، اقبال اکادمی پاکستان، طبع دوم 2012)

اِس بلند اقبال ماں کی تربیت اور محنت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اُس کے بیٹے کو دین وملت کی ایسی خدمت نصیب کی کہ دنیا اُسے "علامہ محمد اقبال" کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اقبال علیہ الرحمہ نے اپنی والدہ کی وفات پر ایک طویل نظم لکھی جس کے کچھ اشعار یہ ہیں:

تربیت سے تیری مَیں انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر مرے اجداد کا سرمایۂ عزت ہوا

دفترِ ہستی میں تھی زرّیں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین ودنیا کا سبق تیری حیات

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نَورُستہ اِس گھر کی نگہبانی کرے

لمحہ فکریہ: آج اکثر مائیں اپنے بچوں کی دنیاوی تعلیم پر تو خوب توجہ دیتی ہیں، مگر دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام نہیں کرتیں، پھر جب پینٹ کوٹ میں کسا بیٹا یا فیشن زدہ بیٹی ماں سے زبان درازی کرتی ہے تو سر پکڑ کر روتی ہیں کہ میری ہی اولاد میرے قابو میں نہیں، ایسی ماؤں کو غور کرنا چاہیے کہ یہ صورتِ حال کہیں اُن کی اپنی ہی لاپرواہی کا نتیجہ تو نہیں!

حرفِ آخر

اسلام کی نظر میں خاتون معاشرے کا ایک معزز اور نہایت نازک فرد ہے، اِس کی اچھی تربیت ہو تو پورا معاشرہ سنور سکتا ہے اور اِس کے بگاڑ سے کئی نسلیں بگڑ سکتی ہیں۔ خاتون کی بچپن سے اچھی تربیت کرنا، اُسے دینی ماحول فراہم کرنا، اُس کی حیا کے جذبات کو پروان چڑھانا اور اُسے اُس کی حقیقی راہ نما خواتین کی پہچان کرانا ہماری ذمہ داری ہے۔

غیر اسلامی اُمور سے بچانے کے لیے اُس کی کتنی کڑی نگرانی ضروری ہے؟ اِس کا اندازہ کرنے کے لیے وہ منظر ذہن میں لائیے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قافلہ سفر کررہا ہے، ہمراہی وہ مَرد وخواتین ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کے بعد سب سے زیادہ عزت حاصل ہے، اِس دوران صحابیٔ رسول سیدنا ابو ماریہ اَنجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خوبصورت آواز میں اُونٹوں کو تیز چلانے کے لیے اُونٹوں کا راگ کہنے لگتے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرماتے ہیں: «رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ! لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيْرَ» "انجشہ! ٹھہرو، شیشیاں مت توڑو"۔ (صحیح بخاری، حدیث:6211)

یعنی سفر میں عورتیں بھی ساتھ ہیں، اِن کے دل نازک شیشے کی طرح کمزور ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کا دل دوسری طرف متوجہ ہو جائے۔

اگر نبی رحمت ﷺ اُمّت کی تربیت کے لیے کائنات کی سب سے پاکیزہ دل خواتین کی ایسی نگرانی فرماتے ہیں تو ہمیں بھی اِس گئے گزرے دور میں اپنی ذمہ داری کے بارے میں بہت زیادہ سوچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ رحمتِ عالم ﷺ کے طفیل اُمتِ مسلمہ کو عروج عطا کرے اور اُمّت کی بیٹیوں کو صحابیات و صالحات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم